



فلاحة الارض ترکیبہ

مسکونہ قریبہ

# ارمنیان حجاز

فارسی

منظوم اردو ترجمہ

پروفیسر مسعود قریشی

اقبال اکادمی پاکستان

Gift

جملہ حقوق محفوظ ہیں

۱۹۱۵۵۱۳۹۱  
۱۱۵

ناشر :

ڈاکٹر وحید قریشی  
ناٹم

اقبال اکادمی پاکستان  
چمنی منزل، ایوان اقبال، لاہور

ACCESSION

12384

طبع اول :

تعداد :

قیمت :

طبع :

سعادت آرت پرنس، لاہور

محل فروخت: ۱۱۶ - مکملوڈ روڈ، لاہور      فون: ۰۳۵۷۲۱۳

## فہرست

۱	پیش لفظ
۵	حضور حق
۷	حضور حق
۱۹	حضور رسالت
۲۱	حضور رسالت
۵۳	حضور ملت
۵۵	حضور ملت
	(بحق دل بند راه مصنفے رو)
۵۸	خود می
۵۹	انا الحق
۶۱	صوفی و ملا
۶۳	رومی
۶۵	پیام فاروق
۶۷	شعرائے عرب
۷۰	اے فرزند صمرا
۷۱	تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

۷۳

خلافت و ملوکیت

۷۵

ترک عثمانی

۷۵

دختران ملت

۷۷

عصر حاضر

۷۹

برہمن

۸۰

تعلیم

۸۳

تلاش رزق

۸۳

ننگ با پچه خویش

۸۳

خاتمه

۸۷

حضور عالم انسانی (تمہید)

۸۹

حضور عالم انسانی

۹۶

دل

۹۹

خودی

۱۰۱

جبر و اختیار

۱۰۱

موت

۱۰۲

گوبلین را

۱۰۳

ابلیس خاکی و ابلیس ناری

۱۰۷

بے یاران طریق

۱۰۹

بے یاران طریق

نئی نسل

بلال اور ماریہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## پیش لفظ

”ارمنگان ججاز“ کو علامہ اقبال کی تصنیفات میں ایک منفرد مقام حاصل ہے  
یہ علامہ اقبال کی آخری کتاب ہے، یعنی ختم الکتب۔

اس میں اقبال کا آخری فارسی اور اردو کلام بھیجا ہے۔ یعنی دو آتشہ  
علامہ اقبال کے دل میں حج اور زیارت حرم نبوی کی شدید آرزو تھی جو  
ان کی علاالت کے سبب پوری نہ ہو سکی۔ لیکن ارمنگان ججاز میں متصورہ سفر  
حج کا منظوم رپورٹ اٹھ شامل ہے۔ اس کتاب کا نام ”ارمنگان ججاز“ رکھا ہی  
اس لئے گیا کہ حج سے واپسی پر علامہ نے یہ تحفہ ملت کو دینا تھا۔

اس میں ”حضور رسالت“ کے باب کا آغاز ہی سفر حج کی رواداد سے ہوتا ہے۔ سرور و  
سرشاری اور لذتِ عشق کے عجوب دلگداز منظر ہیں۔ مثلاً

”اس پیری میں سرورِ عاشقانہ سے سرشار یثرب کے سفر پر نکلا ہوں“

”میں نے ناقے سے کما کہ آہستہ چل۔ راکب بوڑھا اور بیکار ہے۔ اس نے ایے  
متانہ قدم انھائے جیسے اس صحرا کی ریت اس کے لئے ریشم ہو۔“

”کتنا د لکشا صحرا ہے جس میں قافلے درود پڑھتے ہوئے محمل راں ہیں۔“

”اے رہرو۔ اس صحرا میں قدم آہستہ رکھ۔ اس کا ہر ذرہ میری طرح درد مند ہے۔“  
وغیرہ وغیرہ۔

کلام اقبال کا سرچشمہ بنیادی اسلامی تعلیمات ہیں۔ انہوں نے ان کی روشنی میں عصر  
حاضر کے مسائل کا تجزیہ کر کے ان کا حل پیش کیا ہے لیکن وعظ کی صورت میں نہیں بلکہ  
رندانہ شونخی سے جو نوجوانوں کی افتاد طبع سے ہم آہنگ ہے۔  
وہ کہتے ہیں۔

من و ملا زکیش دیں دو تیریم  
بغمرا بر بدف او خورد یا من  
اس لئے اقبال کے پیغام کوئی نسل تک پہنچانا بہت ضروری ہے۔

علامہ اقبال کا زیادہ کلام فارسی میں ہے۔ اس میں ”جاوید نامہ“ جیسے شہکار شامل ہیں جو میرے ذاتی خیال میں دنیا کے شعری ادب میں ایک عظیم تخلیق ہے۔ فارسی زبان و ادب سے تآشنائی کے اس دور میں علامہ اقبال کے پیغام کی عصری اہمیت اور زمان و مکان سے ماوراء اسلامی اقدار کی نشوہ اشاعت اور تبلیغ کے نقطہ نظر سے علامہ اقبال کے پورے فارسی کلام کا منظوم اردو ترجمہ ہونا چاہئے۔ (منظوم اس لئے کہ شعری اثر انگلیزی قائم رہے جو تفکر کو جذبے میں ڈھالنے کے لئے ضروری ہے اور یہ مقصد نہی ترجمے سے حاصل نہیں ہو سکتا)۔

”ارمنغان حجاز“ کی انفرادیت کی وجہ سے اس کے منظوم اردو ترجمے کی خواہش میرے دل میں دیرے سے تھی۔ اب سرکاری ملازمت سے فراغت کے دور میں یہ خواہش پھر بھری۔ اپنی تخلیق کاری کے مبلغ ممتاز مفتی اور ہمیشہ دل بڑھانے والے دوست سجاد حیدر نے اس پر آسایا۔ اقبال اکادمی نے اشاعت کی حامی بھری اور یوں یہ شوق عمل میں ڈھل گیا۔

اس ترجمے سے پہلے میں پنجابی ابیات باہو“، فارسی غزلیات باہو“ اور حضرت امیر خروہ کی منتخب فارسی غزلیات کا منظوم اردو ترجمہ کر چکا ہوں جو ”عکس باہو“، ”نقش باہو“ اور ”خر و شیرس زبان“ کے عنوانات سے اہل شوق تک پہنچ چکا ہے۔ لیکن اس مشق سخن کے باوجود ارمغان حجاز کا منظوم ترجمہ ایک نیا چیلنج اور نیا تجربہ ثابت ہوا۔

ان تینوں منظوم ترجم میں واسطہ جذبات کی شاعری سے تھا۔ جذباتی شعری اظہار، ”خصوصاً“ لغزش کی شعریت کو دوسری زبان میں ڈھالنے کے عمل میں کافی حد تک اصل متن سے گریز جائز ہوتا ہے کیونکہ مقصود جذباتی تاثر اور شعری فضا کو اردو جانے والے قارئین تک منتقل کرنا ہوتا ہے۔ اس میں آزاد ترجمے کی نہ صرف اجازت ہوتی ہے بلکہ کامیاب ترجمے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے۔ بنیادی مفہوم برقرار رکھتے ہوئے شعری فضا اور نغمگی بھی قارئین تک منتقل ہونی چاہئے اور یہ آزاد ترجمے سے ہی ممکن ہے۔

علامہ اقبال کی شاعری غزل کی روایتی شاعری سے مختلف ہے۔ انہیں تو گلہ ہے کہ

مرا یاراں غزلخوانے شمردند

یہ بنیادی طور پر فکر کی شاعری ہے اگرچہ اقبال کی شاعرانہ عظمت یہی ہے کہ انہوں نے فکر کو جذبے سے ہم آہنگ کر کے تمام فنی خوبیوں اور شعری محاسن کے ساتھ اسے شعر

کی صورت دی ہے۔

اس لئے اس منظوم ترجمے میں دہری دشواری آن پڑی کہ فکر بھی مکمل طور پر ترجمے میں ڈھل جائے اور شعری حسن کا لطف بھی برقرار رہے۔ اس پر مستزاد فارسی کی جامعیت اور اختصار جماعت "گفتہمش" کا اردو ترجمہ پورے ایک جملے "میں نے اس سے کما" کا طالب ہے۔

علامہ اقبال کے فکر اور پیغام کی اہمیت کے پیش نظر میں نے کوشش کی ہے کہ اصل متن بلکہ الفاظ و تراکیب کے قریب ترین رہتے ہوئے ترجمہ کیا جلے۔ اس سے بعض قطعات میں شعری حسن پوری طرح ترجمے میں منتقل نہیں ہو پایا۔ لیکن اقبال کا فکر اتنا توانا اور بھرپور ہے کہ اس کا طسم باقی سب کچھ بھلا دیتا ہے۔ پھر اس کا منفرد انداز اور الفاظ و تراکیب کی ندرت قاری کو نیا خوشنگوار تاثر عطا کرتی ہے جو تغزل کی شعریت سے بالاتر ہے۔ میں نے ان قطعات کا ترجمہ ان کی اصل بحرب میں ہی کیا ہے مگر اس مخصوص بحر کے استعمال سے علامہ اقبال نے جو فضا تخلیق کی ہے وہ ترجمے میں قائم رہے اور ان کا مخصوص آہنگ برقرار رہے۔

بحرب چھوٹی ہونے سے اس میں کچھ دشواری پیش آئی لیکن قطعہ میں صرف دو یا تین قافیے ہونے کی وجہ سے ان کی تلاش میں آسانی بھی رہی۔ بہت حد تک تو میں نے علامہ کے قوانی ہی استعمال کرنے کی کوشش کی ہے لیکن تمام قطعات میں یہ ممکن نہیں تھا۔

علامہ اقبال سے گھری عقیدت اور اس ترجمے کی عمومی افادیت کے احساس نے اس کا دشوار کی تکمیل میں مدد دی۔ یہ منظوم ترجمہ اقبال کے چاہنے والوں کی خدمت میں حاضر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علامہ اقبال کے صدق عشق اور اسلام کے لئے ان کی ترب کے صدقے میں اسے قبولیت عامہ عطا کرے اور فکر اقبال پاکستان میں عام ہو۔

~ میں ~

مرے قافلے میں لٹا دے اے  
لٹا دے، ٹھکانے لگا دے اے

مسعود قریشی

## حضور حق

خوشا راهی کہ ہے بے ساز و سامان

دل اس کا بے نیاز پند یاراں

تو اپنا سینہ اس کی آہ پر کھول

کہن غم کو جلا دے آہ سوزاں

## حضور حق

۱

دولں کے چاک سی کر جا چکے ہیں  
مثال شعلہ جی کر جا چکے ہیں  
اب ہم عامیوں سے کوئی لختہ  
کہ خاصاں بادہ پی کر جا چکے ہیں



چلیں باشیں کہ میں ہوں یا نہیں ہوں  
میں نجلت سے ہوں چپ کیا ہونٹ کھوں  
تو پہچانے زندہ بخود مردان  
پرکھ سجدوں سے مجھکو شاہ گردوں

۲

ہے دل میں کشمکش چون و چنان کی  
نظر اس کی سہ و پریس سے اونچی اونچی  
اے دوزخ میں دیرانہ عطا کر  
ہے اس کافر کی خو خلوت پسندی



پا ہے اب و مگل میں شور کیما  
پڑا مشکل میں دل سے عشق کیا کیا  
مجھے حاصل قرار اک دم نہیں ہے  
کرم کر، واسطہ دل سے ہے میرا



جمال خود سے بروں آورہ کس کا؟  
ہے فطرت جلوہ بے پردہ کس کا  
مجھے کہتے ہیں شیطان سے خذر کر  
ہتاہیں تو وہ ہے پروردہ کس کا؟

۲

یہ پچ و تاب دل کو دم بدم ہے  
مقدار میں کرم ہے یا تم ہے  
دکھا سکتا نہیں شیطان کا دل میں  
گنہ نیجی سے میرا کیسے کم ہے

۸



صبت الكاس عنا ام عمرو  
 مجراه اليمينا الكاس و كان  
 يي نحرى جو رسم دوستداری  
 پلک صحن حرم پر جام و مينا



امير دل میں پیچ و تب والے  
 اے درماں سے کیا جو درد پالے  
 نہ کر مجھ سے طلب سجدہ کہ سلطان  
 لئے وہ پر نہ بار باج ذاتے



سفر میں ہوں، کوئی منزل نہیں ہے  
 مری کوشش کا پچھا حاصل نہیں ہے  
 غنوں سے میں نہیں ڈرتا ولیکن  
 نہ دے غم دل کے جو قابل نہیں ہے



یہ شعر عمرو ابن کثوم کا ہے جو زمانہ جالمیت کے شعرا میں سے تھا۔ شاعر اپنی معشوقہ ام عمرو کی نا انصافی کی سکایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تو نے ہمیں پیالہ شراب سے محروم کر دیا حالانکہ باری دامیں طرف بینخے والوں کی تھی۔

کسی کم ظرف تک یہ مے نہ پہنچے  
اے نا اہل سے یارب بجا لے  
شر ہے نیتال سے دور بہتر  
جو پختہ یہیں انہیں تک جام آئے



بغیر کشمکش تیری طلب ہے  
نہ درد و داغ ہے نے تاب و تباہ ہے  
جبھی میں لا مکال سے بھاؤ نکلا  
وہاں کم تالہ ہائے نیم شب ہے



کوئی بنگامہ دے مجھ سے جہاں کو  
کو دُکرگوں کر زمین و آسمان  
انھے مٹی سے میری آدم نو  
کو منا اس بندہ سود و زیاد



جہاں خورشید سے تاریک تر ہے  
ہر اک خوبی برائی سے ہر ہر ہے  
نہ کر آدم کے خون سے اس کو سیراب  
ہے ویرانہ ہے شاخ بے شر ہے



یہ بندہ ہے رضا پر تیری راضی  
 بازی ہے فرماں کے مطابق گام میں ناداں ہوں، پر تیرے حکم پر بھی  
 کہوں کیسے گدھے کو اسپ تازی

۳

مرے سینے میں دل ہے بے سرورے  
 نہ آتش خاک میں میری نہ نورے  
 اے لے لے، ہے بار دوش مجھ پر  
 ٹواب ایں نماز بے حضورے



کہوں قصہ میں کیا دین و وطن کا  
 نہیں اظہار ممکن اس خن کا  
 تری بے صریوں سے ہو کے رنجور  
 میں پھر سے ہو گیا دیر کن کا



غلام افرنگ کا ہے جو مسلمان  
 اے قدرت نہیں ہے دل پر حاصل  
 جو پیشانی جھلی غیروں کے در پر  
 نہیں قابل کے وہ سجدہ بوذرؑ

نہ چاہوں اس جہاں یا اس جہاں کو  
کو غنیمت ہے کہ جانوں رمز جاں کو  
عطایا کر مجھ کو وہ پرسوز سجدہ  
کہ وجود آئے زمین و آسمان کو



بہت کابل ہے یہ مرد تن آسائ  
پریشان ہوا کے دوش پر ہوں میں  
محر جاوید کو سجدے میں دیکھا  
کر اس کی صبح سے شب میری رخشاں

۳

کشاد اس قوم کی چاہوں میں تم سے  
بہت یقین دل سے عاری شیخ جس کے  
نادیدنی میں دیکھ بیٹھا  
”مرا اے کائیں“ مادر نہ زادے“



نظر تیری عتاب آلوو کب تک  
بتان کب موجود و حاضر تک  
ربہ آل خلیل اس بتکدے میں  
تک کب نمک پروردہ نمرود

۔ یہ مرصع شیخ سعدی کا ہے

☆

مرود رفتہ باز آئے نہ آئے  
وہ خوبیے حجاز آئے نہ آئے  
ہے اس درویش کا اب وقت رحلت  
کوئی داتاے راز آئے نہ آئے

☆

اگر داتاے راز آئے کوئی تو  
نواب دل گداز اس کو عطا ہو  
غیر امت کا کرتے ہیں یہی پاک  
کلیم اللہ یا داتاے خوش گھو

☆

مری دولت دل آشنا ہے درد  
نصیب اپنا فغان تا رسما ہے  
گل لالہ کھلے مرقد پہ میرے  
وہ خاموشی میں بھی خونیں نوا ہے

۵

کسی کے ہاتھ سے دل لے نہ پائے  
نہ غم بننے میں اس سے پالا جائے  
دم اپنا تو نے اس مٹی میں پھونکا  
جسے تن پروری میں موت آئے

☆

میرے بینے سے دل رم کر چکا ہے  
نہ دیکھی روح، صورت میں پھنا ہے  
ہے بستر ہم سے وہ مردود درگاہ  
حق اس نے دیکھا ہے ہم نے نا ہے



نہ جانے جبریل اس ہا و ہو کو  
کو جستجو پہچانے مقام ہمیں سے  
ہمیں سے پوچھ اس کا لطف و لذت  
کہ جائیں نیش و نوش آرزو کو



شب دنیا کو رونق میں نے بخشی  
مثلا مہ گھٹا گردش سے اپنی  
تعافل کے تھے شکوئے سب کے لب پر  
مگر میں اٹھ گیا محفل سے ان کی



فلک نے کم یہ منظر دیکھا ہوگا  
دل جبریل اس سے پارا پارا  
عجب یہ بتکدہ ہے کہ یہاں پر  
گھڑا کافر نے بت، مومن نے پوچا

عطاء کر شوق سوز خرد روی،  
عطاء کر صدق و اخلاص  
ہوا ہوں بندگی کا خوگر  
نہ لوں میں تو اگر بخشنے  
سنائی اتنا خدا تعالیٰ

## ۷

مسلمان فاقہ مت و ختنہ جاں ہے  
انھی جریل کے دل سے فغاں ہے  
نئی ملت بنائیں مل کے دونوں  
کہ یہ ملت تو اب بار جہاں ہے



نئی ملت جو کام آگے بڑھائے  
بنائے زہر تلخ کو شیرس جو  
نہ ہو جو مطمئن بس اک جہاں پر  
انھائے عالم اپنے کاندھوں پر دو



نئی ملت کہ ذکر لا الہ سے  
نکالے صح شب کے دل کی نہ سے  
بنیں جاروب سورج کی شعاعیں  
ہٹائیں کمکش کی رست رہ سے

۸

جہاں تیرا ہے نا اہلوں کے بس میں  
 میں گل و لالہ دبے ہیں خارو خس  
 ہنرور کارخانوں میں شب و روز  
 میں پے جاتے ہیں عیش بواہوس

★

مرید فاقہ کش نے شیخ جی سے  
 کہا "یزاداں کو کب میری خبر ہے  
 وہ ہے نزدیک تر شہ رگ سے لا ریب  
 شکم سے پر کہا نزدیک تر ہے"

۹

دُگرگوں کشور ہندوستان  
 ہے دُگر گوں یہ زمین و آسمان  
 پڑھیں ہم کیا نماز پنج گانہ  
 ہے غلاموں کو صف آرائی گران

★

بکا خونے غلامی سے مسلمان  
 ہیں طسم چشم و گوش اس کا ہے زندگانی  
 مکومی سے تن میں یوں ریگیں ست  
 کہ بار شرع و آئیں سے ڈرے جاں

نظر میں رکھ ذرا سود و زیاد کو  
 بہشت آسا ابد کر اس جہاں کو  
 نہیں تجھ کو خبر؟ ہم خاکیوں نے  
 سجايا کس قدر اس خاکدار کو



تو جانے، کیا جادواں حیات کیا؟  
 نہ جانے کہ مرگ ہاگماں کیا؟  
 ترے اوقات سے دم کم نہ ہوگا  
 جو ہو جاؤں امر اس میں زیاد کیا؟

||

جب اپنے خاتے پر آئے دنیا  
 پردا چھپی تقدیر سے اٹھے گا  
 بچا شرمندگی سے پیش خواجہ  
 حساب ان سے چھپا کر لینا میرا



بدن داماندہ، جاں سرست و بیدار  
 چلا بطيح سے ہو کر سونے سرکار  
 اٹھا تو خاگل کا لطف صحبت  
 یار مجھے آرزوئے منزل

## حضور رسالت

ادب گایست زیر آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کرده می آید جنید و بایزید اینجا

(عزت بخاری)

# حضور رسالت

۱

ب ”الا“  
یا خیمگی فرو بہل  
کہ پیش آہنگ بیرون شد  
خود ہے راندن ناکام میں محمل  
تحما دی باغ میں نے در کف دل  
زمنزل“



نظر رکھتا ہوں میں جوہر پہ دل کے  
سکون اور بے کلی ہیں دل کے جلوے  
کیا رم شر و قریہ کی فضا سے  
ہوائے دشت میں در دل کے کھولے



شہید جلوہ کس کا دل ہے میرا  
نصیب اس کو نہیں چین ایک پل کا  
ہوا افرادہ تر صحرا میں جا کر  
رویا خوب آبجوے کنار



منوچری کا شعر ہے۔ خیمگی: خیمہ نشیں فرو بہل: چھوڑ دے  
پیش آہنگ: وہ شخص جو رہنمائی کی غرض سے قافلے کے آگے آگے چلتا ہے۔



عجب  
نظر میں یعنی انکی ساز و سامان  
کاروان جلوہ متاں  
آواز جرس سے شور جاں میں  
صبا سے وجد میں جیسے  
نیتاں



پیری میں سوئے پریش چلا ہوں  
لبوں پر ہے سرو د  
کہ جیسے دشت میں طاڑ سر شام  
اڑے آخر بسوئے آشیانہ

۲

گناہ عشق و مستی ہو گیا عام  
دلیل پختگاں اب ہو چکی خام  
جازی لے میں ہوں نغمہ سرا میں  
”بالآخر بھر گیا“ سے مرا جام“



مقامات  
نوا پوچھو نہ میرے  
نه جائیں یار میں آیا کہاں  
ہوا خلوت نشیں صحرا میں جا کر  
کہ تھلائی میں گاؤں تیرے نخے

کہ تا قے سے کہ آہتہ تر چل  
ہے را کب پیر ختہ اور بے دم  
وہ چال متناہ کہ جیسے  
ہو ریگ دشت اس کو نرم ریشم



مہار اس کو نہ دے اے سارباں تو  
ہے جاں اس کی مری مانند بیدار  
مجھے موج خرام اس کی پتا دے  
طلسم دل میں ہے وہ بھی گرفتار



عیاں اشکوں کا نم چشم یہ سے  
ہے دل میں سوز آہ صبح کے سے  
وہ سے جس سے ضمیر اپنا ہے روشن  
سے پنکتی ہے وہی موج نگہ سے

خوش صحرا کہ اس میں قافلے سب  
جائیں کریں ورد درود چلنے اور  
چلو سجدہ کریں اس رست پر ہم  
پائیں جیں اپنی جلا کر داغ



عجب صمرا ہے، شامیں صبح جیسی  
 بڑے ہیں دن یہاں، راتیں ہیں چھوٹیں  
 قدم اے راہرو آہستہ رکھنا  
 ہے ہر ذرے کے دل میں درد مندی

5

یہ نغمہ مگر تو ہم ایسا نہیں ہے  
 سرود اس کا عرب جیسا نہیں ہے  
 مگر یہ ہے کہ اس نغمے کے نم سے  
 بیباں خک اب دیسا نہیں ہے

☆

مقامِ عشق دستی منزل اس کی  
 ہے تباہ سوز سے آب و گل اس کی  
 دلوں کو ساز گار اس کی نوا ہے  
 کہ ہر یعنی میں ہے قاش دل اس کی

6

غم پہاں کے بن ہی عیاں ہے  
 زبان پر آئے تو اک داستان ہے  
 ہے رہ پر چچ رای ختہ دزار  
 چراغ اس کا بجھا شب درمیاں ہے

☆

ہیں لالے رقص میں مثل نگاراں  
ہوئے ہیں خیمه زن صحراء میں یاراں  
مگر بھائے مجھے خلوت نشینی  
کنار آبجوئے کوہ ساراں

## ۷

کبھی شعر عراقی سے جواں ہوں  
کبھی روی سے میں آتش بجاں ہوں  
نہ جانوں گرچہ آہنگ عرب میں  
ہوں سارباں نغمہ ہائے شرک



غم راہی نشاط آمیز تر کر  
فغان اس کی جنوں انگلیز تر کر  
تو لابنے راتے سے سارباں چل  
مرا سوز جدائی تیز تر کر

## ۸

ذرا اے ہم نفس آمل کے رو لیں  
جمال یار کو دل میں سمو لیں  
مراد دل بیاں دو حرف میں ہو  
قدم خواجہ کے ہم اشکوں سے دھو لیں





حکیموں کی نہیں وقت یہاں پر  
 میر کو جلوہ تداں کو بمار  
 زہے قسم، زہے یہ بخت یاور  
 ہے دا درویش پر سلطان کا در



جان چار سو میں سماں  
 سودا ہوائے لا مکان کا سر میں  
 میں تیرے بام سے گزرا ہوں جب بھی  
 آسا گری پرواز پر سے گرد



ہے اس وادی میں اک دم جاؤ دلی  
 معانی بے بے سے کھلیں مٹی  
 حکیموں کی کلیموں کیتھا کہتا  
 ترانی "لن یاں کوئی نہیں

۹

مسلمان وہ فقیر کج کلا ہے  
 دل اس کا روئے کیوں روئے نہ جانے  
 نگاہے یا رسول اللہ



وہ دل کیا جس میں تیرا غم نہیں ہے  
نوا کیا، جس میں تیرا دم نہیں ہے  
میں نالاں ہوں کہ اب ہندوستان میں  
کوئی بندہ، ترا محرم نہیں ہے



شب ہندی غلام بے سحر ہے  
ادھر سورج کا بھی کم ہی گزر ہے  
کرم کی اک نظر ہم پر کہ ہم سے  
مسلمان کب کوئی بے چارہ تر ہے



کہوں کیا اس فقیر بے نوا کی  
کی ہے فطرت ارجمند اس باصفا  
بلندی نے گرا ہے پستیوں میں  
کی خدایا کر مدد بے آسرا



میں لاوس لب پہ کیا احوال اس کا  
عیال ہے تم پہ سارا حال اس کا  
لکی رو رداو دو صد سال کی ہے  
کا ہے غرق خون دل پامال اس کا



فلک بے مر ہے، دشمن زمیں ہے  
کہیں کہیں منزل قافلہ، ساری زندگی  
بے نظم اس کی امام اس قوم کا کوئی نہیں  
ہے



ہے خون ناب تاب و تب سے خالی  
سوالی ہے ویراں کشت لالے کی  
نیام اس کی تھی مانند کیسے  
سنحالی پر اک طاق ویراں کتاب



دل مسلم اسر رنگ و بو ہے  
کہاں اب ذوق و شوق آرزو  
نہ پہچانے صدائے شاہبازاں  
ہے نواب پشہ کی اس درجہ خوب



در دل بند اس پر ہو چکا ہے  
ہے کہ خاک اس کی خودی نا آشنا  
ضمیر اس کا تھی پانگ اذان سے  
ہے حرم ذکر اس کا ڈھے گیا

نہ اس نے چاک دامن ہی سیا ہے  
نہ سوز آرزو دل کو دیا ہے  
ادھوری موت ہے اس کا مقدر  
مسلمان جو بن "اللہ ہو" جیا ہے



حق اس کا دے، تو اس مسکیں کا رب ہے  
گدا تو ہے پھر غیرت مردہ کب ہے  
مسلمان پر ہے میخانے کا دریند  
جهان میں تشنگی سے جاں بلب ہے



تو پھر پاکیزہ کر آب و گل اس کی  
ہو ہو پھر آباد دنیائے دل اس کی  
ہوا ہے تیز دامن چاک اس کا  
نہ بجھنے پائے شمع ببل اس کی



عروس زندگی اس کے لئے غیر  
مقام نیستی پر اس کی ہے سیر  
ہے قبل از مرگ مرقد میں گنگار  
نکیر اس کا کلیسا منکر از دری





سرور چشم ہے نے آنکھ نوری  
 تاصوری نہ سینے میں متع اس امت کا اب اللہ بھیاں  
 حضوری ہے وجہ مرگ جان بے



مسلمان زادہ اور نامحرم مرگ!  
 مرگ! لگا ہے موت کا ڈر تادم  
 نہ پایا میں نے دل سینے میں اس کے  
 شکتے تار دم تھا، اور غم مرگ!



ملوکت سراسر شیشہ بازی  
 ججازی پچے اس سے نہ روی نے  
 یاراں کھوں اس آس پر میں  
 غم دلنوازی! مرے آقا وقت ہے



مسلمان کے ہے تین میں پایداری  
 استواری ہے چیکر کی بنا میں طبیب نکتہ رس کی ہے یہ تشخیص  
 خودی میں رعشہ، دل میں بیقراری



مسلمان

شہر مار بے

کلاہی

خانقاہی

کا اس کا فقر دیں،

تو جانے کیا ہے میراث مسلمان

پادشاہی

وہ گدڑی جو ہے بغیر



نہ پوچھو حال، خود سے بدگماں ہے

زمیں کج رو مثال آسمان ہے

جنے انجر پر پالا تھا تم نے

تلاش دانہ اب اس پر گمراں ہے



کیا ہے فاش کو راز زندگی کو

کو بتایا راز فردا بھی بھی

کہوں اسرار جاں میں اور بھی فاش

کو اعجمی اس نطق عرب کو ملے



مسلمان گرچہ بے فوج و پہ ہے

ہے ضمیر اس کا ضمیر بادشاہ

مقام اس کا ملے گر پھر سے اس کو

ہے جمال اس کا جلان بے پنه ہے



متع شیخ اساطیر کمن تھا  
 سخن اس کا فقط تجھیں و نہن تھا  
 ہے اس کا دیں ابھی پابند زنار  
 حرم جب دیر تھا، وہ برمیں تھا



بگاڑے سخت کے آثار تن روح روائیں  
 کو کو لادینی جمال کے دیا صدیق کو جو فقر اس سے  
 تو شوریدہ کر اس آرام جاں کو



حِرم اب دیر سے لے رنگ اور بو  
 ہمارا بت ہے پیر، آشۂ گیو  
 سیہ بختوں کے سینے میں نہیں ہے  
 جو دل، نور طلب سے ہو سحر رو



مسلمان تھے جو مسجد میں صف آرا  
 گربان شہادت کرتے تھے  
 بمحضی میں لیکن جب سے وہ آگ  
 پڑے ہیں خالقہ میں بے سارا



مسلمان ہیں بھم دست و گریاں  
نہیں کوئی بھی یک جتنی کا سامان  
یہ چلائیں جو کوئی اینٹ لے جائے  
اسی مسجد سے، جس سے ہیں گریزاں



کریں ہم پیش غیر اللہ سجدے  
کے مثال کبر گائیں گیت اس کے  
گھے خود سے ہے، غوروں سے نہیں، ہم  
تمہاری شایاں شان کے شایاں نہیں تھے



ہے دست مے کشاں میں جام غالی  
فراغت سے ہے اس محفل میں ساقی  
سنپھالا آہ کو سینے میں میں نے  
کہ دود شمع دیں ہے اصل اس کی



سبوئے خلقہ میں اب نہیں مے  
کرے مکتب رہ طے کردہ کو طے  
افردوہ بزم شاعران سے  
انھا نے ہے نوائے مردوہ یہ  
اگلتی



ہوں مسلم، دیر سے بیزار ہوں میں  
 جہاں سے برسر پیکار ہوں میں  
 نہیں طاقت، پھر پچ و تاب میں ہوں  
 کہ غیر اللہ سے دو چار ہوں میں



جو بخشے تم نے پر، ان سے اڑا ہوں  
 خود اپنے سوز نگہ سے جلا ہوں  
 مسلمان کانپ اٹھے موت جس سے  
 نہ دیکھا، گو جہاں بھر میں پھرا ہوں



میں اک شب خوب رویا پیش یزدان  
 ہیں زار و خوار کیوں آخر مسلمان  
 ندا آئی یہ اہل دل ہیں لیکن  
 تھی محبوب سے ہے دل کا دامان



کیس کیا شان و شوکت تھی، جو گزری  
 کریں کیا شرح ہم اس کی ۴ جو گزری  
 چرانغ سینہ بھی گل کر گئی وہ  
 تھی ظالم دو صدی کیسی، جو گزری



حرم والے بنے معمار دیر اب  
 یقیں مردہ ہے، وہ محتاج غیر اب  
 پتہ چلتا ہے انداز نظر سے  
 وہ ہیں مایوس امکانات خبر اب



تو میرا سوز دل ان کو عطا کر  
 کر کر تب و تاب ضمیر ان کی سوا کر  
 دل ان کا روشن و پائیدہ کر دے  
 یقیں سے آرزو کو شعلہ زا کر



گروں اور گر کے پھر متانہ انھوں  
 بہاؤں میں بے شمشیر کیا کیا خون  
 مرے آقا نظر مجھ پر کرم کی  
 میں اپنے عصر سے جنگ آزمہ ہوں



میر خلوت و آہ و فغال ہے  
 ہے سوتے کارواں سفر بے یثرب  
 کتاب کتاب میخانہ شوق!  
 حضور ان میں کوئی نبت کہاں ہے

فضاوں میں حرم کی جب اڑا میں  
تو پھر ابر کرم سے تر ہوا میں  
حمر جس وقت میرے دل میں اترنا  
تھا اس کے دل میں جو کچھ کہہ گیا میں



بتائے راز جو، کوئی نہ سمجھا  
نہ میرے بخل کا خراہی کھایا  
میں چاہوں داد تم سے میر امت  
کہ یاروں نے غزلخوان مجھ کو جانا



مجھے رغبت نہیں شعر و سخن سے  
کروں معنی جدا لفظوں کے تن سے  
کیمیاء عشق سے زر  
بناؤں پیتا ہوں مس مفلس کو فن سے



تحا فرماد ”زندگی“ کو جاؤ داں کہہ  
اجل کے مختصر سے سر جاں کہہ  
مگر مجھ سے کہیں یہ زیست بیزار  
کہ تاریخ وفات این وال آں کہہ



رخ درد نہیں سے زعفرانی  
لہو پکائے چشم میرے مگو میں جم گیا ہے  
خن تو جانے بن کے میری کھانی



زیاب مجھ بے زیاب کی بس گنگہ ہے  
بیان درد اشک بے پنه ہے  
کھلی ہے آنکھ میری، لب سلے ہیں ہیں  
مرے مشرب میں کچھ کہنا گنہ ہے



خودی بخشی نہ تھے جو خود سے محروم  
زمیں میں ان کی کھولا میں نے زم زم  
عطایا کر آہ گرم ایسی کہ اس سے  
جلا دوں جز غم دیں میں ہر اک غم



نیں دل میں بجز دود نفس کچھ  
کھوں افسانے غم کے اور کس سے  
کہ جز تیرے نیں بننے میں بس کچھ



یہ عاجز درد سے نغمہ سرا ہے  
 ہے خود اپنے سوز نغمہ سے جلا  
 ہے تجھے معلوم کیا چاہتا ہے کیا ہوں  
 ہے وہ دل جو بے نیاز دوسرا



مرے افکار کا سرچشمہ تو ہے  
 ہے ترے سورج کی حدت سے نمود  
 نظر میری مدد پر دیس سے اوپنجی  
 ہے بخن بے باک کہنا میری خوبی



یہ غم میں جہاں ساحل نہیں ہے  
 ہے دل جز عاشقانہ نہیں ہے دلیل  
 میں تیرے حکم پر بطيحا گیا ہوں  
 ہے نہیں منزل سوا تیرے تیرے مری



اٹھا مت در سے، مشاق نظر ہوں  
 ہوں متع درد دل سے بسرہ در  
 مجھے منظور ہے ہر ہر حکم، جز صبر  
 وو صد فرنگ اس سے دور تر ہوں



فرنگی بت کے ہاتھوں دل کو بیچا  
 پکھلا مرا تن دیر کی آتش سے  
 رہا بیگانہ خود سے اس قدر میں  
 نہ پہچانا جو خود کو میں نے دیکھا



مے مغرب کا جب بھی جام چکھا  
 تم ہے سر کی، درد سر خریدا  
 رہی صحبت فرنگی عالموں سے  
 کوئی بے سود دن دیا نہ دیکھا



گدا ہوں، تم سے مانگوں جو بھی مانگوں  
 دل کھار برگ گل سے چیزوں  
 مجھے درس سر درد درد حکیماں  
 کہ میں پوراہ فیض نظر ہوں



نہ بزم صوفی د ملا میں بیٹھوں  
 تو جانے ہے کہ میں وہ ہوں نہ یہ ہوں  
 تو کر دے لوح دل پر نقش "اللہ"  
 کہ خود کو اور اس کو فاش دیکھوں



دل ملا میں درد و غم نہیں ہے  
 نظر تو ہے پر دیدہ نہ نہیں ہے  
 نہ آیا راس مجھ کو اس کا مکتب  
 کہ اس کی رست میں زمزہ نہیں ہے



سر منبر بہت لرا رہا ہے  
 کتابوں کے حوالے گا رہا ہے  
 مگر شرمندگی سے کہہ رہا ہوں  
 نہیں ہے، جتنا کھلتا جا رہا ہے



دل یاراں کو وہ بھایا ہے یا میں؟  
 من و ملا ہیں کیش دیں کے وہ تیر  
 نشانے پر وہ لرایا ہے یا میں؟



نہ پچانے مجھے خود میری محفل  
 بتا کس سے کہوں میں اپنی مشکل  
 میں ڈرتا ہوں کھلیں نہ راز پہاں  
 نہیں کتا ہوں دل سے بھی غم دل



کب اپنا دل کسی کو دے چکا ہوں  
 مگرہ ہر کام کی خود کھوتا ہوں  
 کیا اک بار غیر اللہ پر تکیہ  
 دو صد بار اپنے منصب سے گرا ہوں



وہی سوز جنوں ہے میرے سر میں  
 وہی ہنگامے میرے سحر و بر میں  
 ابھی اس جوش طوفان سے جو گزرا  
 بہت آشوب ہے دل کے گمرا میں



ابھی اس خاک میں باقی شر ہے  
 میرے سینے میں بھی آہ سحر ہے  
 گرا کر دیکھ پھر برق تجھی  
 کہ اس پیری میں بھی تاب نظر ہے



نظر میں میں یعنی ہر موجود منظر  
 ہے دل سوز دروں سے مش اخگر  
 کہاں میں اور کہاں یہ عصر بے سوز  
 کیا یک جا ہمیں کیوں رب اکبر



میں بے سوز عصر میں پیدا ہوا ہوں  
 مگر پرسوز جاں سے تپ رہا  
 مری گردن میں پھندا ہے مری زیست  
 میں گویا دار پر کھینچا گیا ہوں



کوئی طالب نہیں ہے رنگ و بو کا  
 کا مرا سینہ ہے مدفن آرزو  
 غم پہاں خن میں کب سمائے؟  
 کا سمائے بھی تو حاصل گفتگو



میں شرق و غرب میں ہوں سخت تنا  
 نہ ہیں یاران محرم نے شناسا  
 کہوں میں اپنا غم اپنے ہی دل سے  
 دیے ہیں خود کو دھوکے میں نے کیا کیا



ظلم علم حاضر میں نے توڑا  
 کاتا کا اس ایسا دانہ، جاں اٹھایا  
 خدا شاہد کہ مانند برائیم  
 میں اس کی آگ میں بے خوف بیٹھا

☆

مرا نور نگہ تیری عطا ہے  
 ہے فروع لا الہ تیری عطا  
 مجھے اب بخش صبح - "من رآنی"  
 کہ شب میں نور مہ تیری عطا ہے

☆

ہے میری خود شناسی حق پرستی  
 تمارے نور سے تباہ ہے ہستی  
 نوائے نو سے اس دیر کمن میں  
 کیا پیدا جان عشق و مسٹی

☆

اسی دنیا میں جنت خرمی ہے  
 شجر میں میرے اشکوں کی نمی ہے  
 مگر محروم ہے وہ ہاو ہو سے  
 اسے اب تک تلاش آدمی ہے

- تلمیح ہے مشہور حدیث "من رآنی فقدر اللہ" کی طرف یعنی جس نے مجھے دیکھا، خدا کو دیکھا۔



جوان کر کر اس کو عطا کر  
شراب خانہ ساز اس کو عطا  
قوی ہوں اس کے بازو مش حیدر  
تو دل بھی بے نیاز اس کو عطا کر



مرے ساقی چلے پھر جام مے کا  
فزوں ہو جوش مے سے سوز نے کا  
مرے سینے کو پھر وہ دل عطا ہو  
مروڑوں پنج میں کاؤں و کے کا



جان عشق تیرے سینے سے ہے  
نشہ تیری میں دینہ سے ہے  
میں ہوں جریل سے واقف بُر اتنا  
کہ وہ جوہر ترے آئینہ سے ہے



ہے میرا سوز فیض دم سے تیرے  
ہے سے بھی ٹک میں زمزم سے تیرے  
خجل ہے جم بھی درویش سے میری  
منور دل مرا ہے غم سے تیرے



کسی سے بتکدے میں دل نہ جوڑا  
مگر اپنی طرف بھی دل نہ موزا  
وہ بت پھر ہے مرے سجدے کا طالب  
جسے کل میں نے خود ہاتھوں سے توڑا



کھلا ہے خاک سے میری وہ لالہ  
کہ جس کا خون مرے پہلو سے پکا  
لے ہدیہ دلنوazi براہ آقا  
نہیں دل کے سوا کچھ پاس



حضور ملت ترپا بیضا میں اس انجام دلنشیں نوائے کا حکم ادب  
کا کر مختصر بات پیدا کیا آرام پیدا کیا اور اشکوں کے نم سے  
پیا



مرے اخلاص رندانہ کے صدقے  
بہ سوز آہ اور اشکوں کے نم سے  
وہ ابر خاص اس مٹی پرے برے  
مرے دانے کو جو نشوونما دے



ہتھیلی

پر ہے دل، دلبر نہیں ہے  
اہماش ہے، پر غارت اگر نہیں ہے  
بیسرا کر مرے سینے میں، مجھ سے  
مسلمان کوئی تھا تو نہیں



اہالی ہے حرم میں مثل روی  
بتائے اس نے ہی اسرار جاں بھی  
کس فتنوں سے تھا جنگ آزمادہ  
نئے فتنوں سے میری جنگ جاری



گھٹاں خاں سے میری برانگیز  
آئیز اشک میرے لالہ خون  
جو میں شایاں نہیں تھے علیٰ کا  
نفر دے مثل ششیر علیٰ تیز



مسلمان آکے ساحل پر جو خرے  
جنبل ہیں بحر سے، نومید خود سے  
میں ہوں درویش، پر میرے علاوہ  
چھپے زخم ان کے آقا کس نے دیکھے



کہ کس نے کہ بوئے یار آئی؟  
نويں صبح نو کس نے اے دی؟  
کیا بجب اس کے دم سے سوز کھنے  
نیتاں میں شر باری تھی کس کی؟



تو اپنے بحر سے جو کو گھر دے  
فغان کو تازہ کوہ و دشت و در دے  
نہیں کھلتا دل اک طوفان سے میرا  
دے دگر طغیان طوفان مجھے



بجلوت دیکھ نوازی میری دیکھ  
بخلوت دیکھ گدازی خود میری دیکھ  
بزرگوں سے ملا یہ نکتہ فقر  
شیوں سے دیکھ نیازی میری دیکھ



ڈھلا نغمے میں ہر احوال دل کا  
ہر اک معن کے رخ کا پردہ کھولا  
ہوں کتنا مضطرب کہ یار کے ساتھ  
تحا اک دم، دوسرے دم میں نہیں تھا



میں تھا ہمراز درد و سوز لالہ  
 ضمیر زندگی سب پر کیا وا  
 کھوں میں کس سے آخر نکتہ شوق  
 میں دشت زیست میں تھا ہوں تھا



فروزان نور سے نگہ بھی  
 بھی میں دیکھوں اندرون مسرومه  
 لرزتا ہوں مسلمان خود کو کہتے  
 بھی جانوں مشکلات لا الہ



ترے کو میں گداز یک نوا بس  
 بس مجھے یہ ابتدا یہ انتا  
 میں صدقہ رند کی جرات کے، جس نے  
 کہا "یا رب، مجھے تو مصطفیٰ، بس"



سکھائی شوق نے یہ مجھ کو ھیاھو  
 نکالے منگ کے بینے سے یہ جو  
 یہی ہے آرزو میری کہ جاوید  
 تمہارے عشق سے لے رنگ اور بو



بہت ایے فرنگی کچ کلہ ہیں  
 کے تو یہ تو خورشید اور مہ ہیں  
 جوان سارہ میرا گرم خون ہے  
 بچالے، یہ بہت کافر نگہ ہیں



سنبل ان کو جو ٹھوکر کھا رہے ہیں ،  
 اپنے غیر اللہ سے پنج کر جا رہے ہیں  
 مسلمان زادگاں کو دے وہ آتش  
 شر جس کے مجھے تپا رہے ہیں

۱۳

تو پی اس سے کہ یہ ہے ساغر دوست  
 رہے گا تا ابد اندر بر دوست  
 سمجھے عبدالعزیز اس کو نہ سجدہ  
 مردہ سے صاف کرتا ہوں در دوست



تو سلطان جازی، میں گدا ہوں  
 مگر دنیائے معنی کا خدا ہوں  
 جہاں پیدا ہوا جو لا الہ سے  
 نقوش اس کے سخن میں ڈھاتا ہوں



سرپا درد ہوں، درماں نہ مانگوں  
 مگر زار و زبوں جانا نہ جاؤں  
 کمال میں پھر چلا سکتے ہیں مجھ کو  
 ابھی ملت کے ترکش سے گرا ہوں



میں باہمگر، رقصان ہوں پھر سے  
 جہاں کو بھول کر رقصان ہوں پھر سے  
 چلیں سوئے حرم کوچہ دوست  
 ہو روئیں، مگر رقصان ہوں پھر سے



ترام مسکن ہے اک ایسا بیابان  
 ہے جس کی شام مش صح، رخشاں  
 جہاں چاہے تو اس میں خیہ زن ہو  
 احسان نہ لیتا کا غیر طناب



مسلمان ہیں ہم، آزاد مکان ہیں  
 بروں آسمان نہ حلقة  
 سکھایا ہم کو وہ سجدہ کہ جس سے  
 بھائے ہر خدا کے راز داں



بہت افرنگ سے بیگانہ ہو جا کہ جھوٹا ہے ہر ایک پیمان اس کا نظر تو دیدہ فاروق ” سے مانگ قدم میباک رکھ تیری ہے دنیا

## حضور ملت

طلب ملت کر کام عارفانہ  
کہ ہے میری طبیعت عاشقانہ  
سرشک لالہ گوں کو مثل شبئم  
گراتا ہوں چمن میں دانہ دانہ

# حضور ملت

۱

## بحق دل بند و راهِ مصطفیٰ رو

سہ نو کی طرح ہوتا جا اکمل  
فزوں تر ہو فضاؤں میں تو ہر پل  
جو پاتا ہے مقام اپنا جہاں میں  
بحق دل بند و راهِ مصطفیٰ چل



دل دریا سے موج آسا اٹھا ہوں  
خود اپنے گرد ہی چیچاں ربا ہوں  
جمیں نمود مجھ سے سرگراں ہیں  
میں تعمیر حرم میں جو نگا ہوں



مرے ساقی، دے گردش ساتھیں کو  
جھنک دے دو جہاں پر آتیں کو  
حقیقت کی گئی ہے رند پر فاش  
کہ ملا کم ہی سمجھے رمز دیں کو



مرے ساقی، انھا دے رخ سے پردا  
 مرے دل کا لو آنکھوں سے پنکا  
 تو اس لے میں جو شرقی ہے نہ غربی  
 نغمہ چھیر کا مقام لاتخف



برون سینہ لا بھیر اپنی  
 اپنی دے اپنی خاک کو اکیر  
 خودی کو کر کے محکم شان سے جی  
 اپنی رکھ اپنے ہاتھ میں تقدیر



خودی سے ہے مسلمان مرد کامل  
 گل جو مر جائے خودی تو تودہ  
 جو سمجھے تو متاع خویش خود کو  
 تو جز اپنے کسی سے مت لگا دل



تہجی بایہ قرآن، لاتخف انکانت الاعلیٰ



جنہوں

نے خود کو دیکھا آشکارا  
رہے مثل گھر دریا ہے  
ہوئے خود سے وہ بیگانہ جہاں میں  
انہوں نے موت کو اپنی خریدا



بتاتا

بہوں تجھے تیرا مقدر  
تو چل بے باک راہِ مصطفیٰ  
یقین گر بات پر میری نہیں ہے  
تو دیس کو چھوڑ، کافر کی طرح مر



درستہ کھلے ترکوں ہے سارے  
اور اہل مصر نے میدان مارے  
ہو تغیر خودی میں تو بھی کوشان  
جیں ملک و دیس خودی کے استعارے



بھار قوم خاک اگرچہ  
جب بھاتی تو  
وقف اس مگر  
خزان اسے سے  
اسے ہے اسے  
بوئے اسے ہے  
رمیدہ لالہ آتا  
پرمیدہ رنگ قبا کی



خدا اس قوم کو ہی سروری دے  
لکھے جو اپنے ہاتھ سے تقدیر  
نہیں اس قوم سے اس کو سروکار  
کہ دھقان جس کا بونے، غیر کائے



سکھائے رازی قرآن حکمت عقل سے لے روشنی بھی  
مگر یہ نکتہ مجھ سے یکھ فرزند  
کہ اصل زندگی ہے سوز و مستی

۲

## خودی

خودی پر جس نے ڈالا لا الہ کو  
اگائے خاک مردہ سے نگہ  
تو ایسے مرد کے باتحوں میں دے ہاتھ  
اسیں اس کے میں دیکھوں صریحہ کو



تو اے ناداں، دل آگاہ پالے  
کرے پوشیدہ کو کیوں فاش مومن  
اب وجد کی طرح تو راہ پالے  
تو "لا موجود الا اللہ" پالے



دلون میں داغ پناہ بھی نہیں ہے  
تب و تب مسلمان بھی نہیں ہے  
کرے سیرآب کیا باغ خودی کو  
وہ دریا، جس میں طوفان بھی نہیں ہے

### ۳ انا الحق

انا الحق اک مقام کبریا ہے  
کے جو، کیا صلیب اس کی سزا ہے؟  
کے مگر فرد تو اس کو سزا دو  
کے مگر قوم تو اس کو روا ہے



انا الحق ایسی ملت کو سزاوار  
ہے جس کے خون سے نم ہر شاخ اشجار  
جلال اس کا جمال جاں کا پردا  
دار کا آئندہ عظمتوں کا فلک



اے حاصل قوموں میں بلندی  
ایسی لام دو ملت جہاں کاموں سے فرصت  
نہیں تخلیق کے کاموں سے ختم گی جرام  
اس پر ہیں خواب و خستگی بھی



وجود اک شعلہ سوز دروں ہے  
 ہے چون و چون جہاں چند کی تفیر انالحق اس کے  
 ہے کہ جس کے "کن" سے پوستہ "یکوں" ہے



فضاؤں میں اڑے ہے وہ یگانہ  
 آشیانہ شاخ کی اس کی نظر  
 زمانہ تھیلی میں ہے تقدیر کی صیاد  
 کمند اس کی مہ و پرویں کی



چمن میں مش ببل نغہ سامان  
 پرال میں باز صحراوں میں مثال  
 امیر اس کے ہیں سلطانی میں درویش  
 فقیر اس کے ہیں درویش میں سلطان



کن مے سے تو جام نو کو پر کر  
 در جلووں سے چمکیں بام اور در  
 شر دے گی تجھے بھی شاخ منصور  
 تو لکھ لا غالب الا اللہ دل پر

ہے ترش رو سخت ملا

کیا نہ جانے مغز کیا اور پوست ہے  
مگر مجھ سے مسلمان کو اگر وہ  
کرے کعبہ بدر تو حق ہے اس کا



ہوئے صید فرنگی کعبہ و دیر  
صدای ہے خانقاہوں کی کہ "لاغیر"  
کہی یہ داستان ملا سے میں نے  
دعا کی اس نے "یا رب عاقبت خیر"



اسیر صوفی و ملا ہیں سارے  
لیتے نہیں قرآن سے درس زیست  
ہے قرآن سے فقط اتنا تعلق  
کے سولت سے مریس یسین، سن



بنا قرآن کو آئینہ اپنا  
تو کچھ سے کچھ ہوا، پھر سے بدل جا  
پر کھ میزان پر کردار اپنا  
بپا قیامت تو ابھی سے کر دے



بہت ہیں محترم ملا و صوفی کی ان دین کے پیغام خدا ہے زدہ حرمت سے تاویل مگر میں ہیں جس بھی جبریل خدا بھی، و مصطفیٰ



بیا واعظ نے دوزخ کے کے طور مگر تھا قول کافر لایق اپنا احوال غلام وہ جانے اور ”” کہتا ہے کہ دوزخ ہے کہیں جو



مرید اک خود شناس و باخبر تھا بولا اپنے پیر سے شوخی سے مزاروں ”” روزی اپنی کمانا سے ادھوری موت کو ہے جان رہنا“



نصیحت پیر خرقہ باز نے کی کرنے کے نکتہ یہ یہ تو دور نو کے نمروдовں کا بن یار برائی ممکن ہے ان کے دم سے

## رومی

پھر اپنے حلق میں وہ کہنا مے ریز  
 حریف اس کا نہیں ہے ملک پرویز  
 جلال الدین رومی کے سب اشعار  
 آویز پ دیواروں کی دل حرم



ای کی مے سے لالہ رنگ پائے  
 دم اس کا سنگ کو بھی لعل کر دے  
 غزالوں کو وہ بخش شیر کا دل  
 وہ چیتی کی کمر کے داغ دھوئے



نفیب اپنا ہے اس کی تاب و تب سے  
 مری شب ہے محراں اس کے بب سے  
 وہ صحرائے حرم کا ایک آہو  
 صدائے شیر نکلے جس کے لب سے



وہ سرتا سر ہے سوز آشنائی  
 وصال اس کا زبان دان جمال عشق میں اس کے ہی دم سے  
 جملہ کبریائی جلال



پڑی تھی جو گرہ، اس نے وہ کھولی

کیمیائی غبار راہ کو دی اسی کی نے نوازی کا ہے اعجاز ہوا میں راز دان عشق و مستی



در دل مجھ پر روئی سے کھلا ہے  
جہان نو مری گل سے بنا ہے  
اسی کے پیش سے ہوں معتبر میں  
ستاروں کا مجھے ہمسر کیا ہے



خیال اس کا مہد پر دیں سے آگے  
نظر حد افق کے پار دیکھے  
حضور اس کے دل بیتاب رکھ دے  
دم اس کا رعشہ یہاں چن لے



سبھ کو روئی فقیری اسرار سے  
ہے اس کا فقر محمود امیری  
غلط وہ فقر و درویش کہ جس سے  
ملے تجھ کو مقام سربراہی

☆

خودی سے جب گئی خونے خدائی  
 گدائی تو سیکھا فقر آداب  
 چشمِ مت رومی کا ہے اعیاز  
 کبریائی ملا مجھ کو سرور

☆

مری شاخوں سے پسکی سے درخشان  
 لیا جب اس نے مجھ کو زیر دام  
 مرے دل میں ہے سوز اس آگ کا جو  
 سنائی نے کی رومی میں فروزان

۶

## پیام فاروق

بیابان کی ہوا پھر از عرب خیز  
 تو نیل مصر میں طوفان بر انگیز  
 کمو فاروق پیغام ہے  
 بیامیز کہ خود میں فقر و سلطانی

☆

خلافت، فقر تخت و تاج والا  
 یہ وہ دولت نہیں ہے جس میں گھاتا  
 جواں بخت، نہ جائے ہاتھ سے فقر  
 بغیر اس کے ششی دو دن کا جلوہ



کوئی مرد جو انہوں کو پالے  
 کس دنیا کرے تعمیر پھر سے  
 اس کا کرے سو انجمن پر  
 وہ تنہائی میں اپنے ساتھ بیٹھے



تو اپنی عقل و دل پر کھول ہر در  
 تو لے ہر پیر میخانہ سے ساغر  
 سے "نیاز" سینہ پور کی بدولت  
 ہو دامن پاک تیر آتیں تر



مبارک قوم ہے جو خود کو پالے  
 ہو درد ججو کے دل حوالے  
 ہے بہ مثل تعقیب عرب  
 اسی کے نور سے دنیا ضالے



سرود ترک تھا کیا روح پور  
 تھی اس کی آنکھ نیلی، رنگ احر  
 "پڑے مشکل جو دریا میں کبھی، تو  
 اسے میں حل کروں طوفان کے بل پر  
 یہ حضرت امیر خرو" کا شعر ہے۔



جمانگیری

ہماری خاک میں میں ہے  
امامت بھی جبین پاک میں  
جہاں وہ دیکھے دل میں، نقش جس کا  
ہے عمر فاروق کے اور اک میں



ہوئے واقف جو اسرار یقین سے  
رہیں یک میں ہی وہ چشم دو میں سے  
ہوں دو شمعیں تو ان کی روشنی ایک  
سے نہ گھبرا افتراق ملک و دیں سے



مسلمان ہے تو اپنا امتحان کر  
غبار راہ اپنا آسمان کر  
شرار شوق کی آتش کو بھڑکا  
مثال نہیں روشن یہ جہاں کر



## شعراءَ عرب

دے یہ پیغام شعراءَ عرب کو  
کو سمجھتا کچھ نہیں میں لعل لب  
ملا قرآن سے جو نور اس سے  
کو سحر کرتا ہوں میں دیرینہ شب کو



کیا ہے جاں میں زندہ ہا و ہو کو  
میں مشٹ خاک سمجھوں کاخ و کو کو  
بنے گی وہ حریف بحر پر شور  
دیا آشوب ایسا آب جو کو کو



برادر چھوڑ یہ صورت نگاری  
ضمیر خویش سے پھر کر لے یاری  
ہمارے باغ میں ہی تو پلا ہے  
مسلمان کو دے اپنی سوز کاری



ہماری خاک میں دل، دل میں ہے غم  
پرانی شاخ میں موجود ہے نہ  
یہ چشمہ کھول افسون ہنر سے  
ہے ہر مسلم کے دل میں ایک زمزم



مسلمان بندہ مولا صفت ہے  
دل اس کا سر ذات حق کا تھے  
عیاں ہو نور حق سے حسن اس کا  
ضمیر زندگی میں اس کا ست ہے



وہ سوز و تاب اس کی خاک کو دے  
کہ اسکی شب سے تازہ مٹس نکلے  
وہ نغمہ چھیڑ جس کے فیض سے وہ  
انقلاب تازہ پھر سے اٹھائے



مسلمان، غم سنا کے بنس دل تپ رہنا  
حضرت پیر یاراں خود سے خود کو بھول جانا  
حضرت قوم جاتا کہ ملت "میں ہوں" کہنا



جو دیکھے صاف صاف اسرار جاں کو  
وہ اپنی آنکھ سے دیکھے جہاں کو  
نوا بننے میں کر پیدا تو ایسی  
بدل دے جو بھاروں میں خزان کو



سنبحال ان کو تو جن قدروں کا حامل  
سرور و سوز و مستی تیرا حاصل  
بھی کے جام خالی دیکھتا ہوں  
ہے سے سے پر ترا پیانہ دل



ہے شب صرا میں اور ڈیرے ہیں غم کے  
اڑے طائر نہ موج آب دکے  
نہ دے کچھ روشنی قدیل راہب  
ضرورت ہے کہ کوئی چاند چمکے



سمجھ	مفہوم	خط	تو	جیس کا
مری	مانند آ	دشت حرم میں	لکھ	اپنے ہاتھ سے تحریر
دہاں	ذات پر	اکشاف	پر	فدا ہو گا

## ۸

### اے فرزند صرا

صر روش ہوئے جب دشت و کسار  
صدادی مرغ نے شاخ شجر سے  
اٹھا لے خیہ اے فرزند صرا  
ہے لطف زندگی ذوق سفر سے



عرب	رہ پر لگائے کارواں کو	کہ پر کھا فقر پر خود اپنی جاں کو	اگر ہو مظلوم غیور
تہ و بالا کرے سارے جہاں کو	کا فقر مغلوب	کارواں کو لگائے پر کھا فقر	کہ مظلوم غیور



ہے اس شب میں خروش صبح فردا  
 سینا جہاں چمکی ہے برق طور  
 ہوائے دشت سے محکم تن و جاں  
 ہیں امت مگر فقط کھمار و صحرا

9

### توجہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

تو پھر آمین تلیم و رضا سیکھ  
 سیکھ خلوص و صدق و آداب وفا  
 مرے اشعار جیسے بھی ہیں ان سے  
 سیکھ جنون باخود کی تو ادا



جنوں جس سے چمن، دیرانہ ہو جائے  
 ہر اک ہنگامے سے بیگانہ ہو جائے  
 مری ہو کے اثر سے شر دل میں  
 جنوں تو ہو، مگر فرزانہ ہو جائے



بھار صبح کا میں پہلا لالہ  
 کا جلاتا ہے مجھے یہ داغ دل  
 مری تھائیوں کو جو مت جان  
 لایا کارواں پھولوں کے میں جلو



میں بکھرا جیسے گرد را گذر ہو  
 غبار آسا ہوا کے دوش پر ہو  
 سید و بخت در ہو گا وہ دن جب  
 غبار رہ سے پیدا را ہبر ہو



زہ زہ قوم جو ہے تو پریشان  
 انسان کر کرے پیدا وہ پختہ کار  
 ہ سب کچھ غیب کے اسرار سے ہے  
 کہ ہر اک گرد سے نکلے نہ رہ داں



مرے دریا میں میری مون ترپی  
 ہوتی تب جا کے طوفان تک رسائی  
 نہ دیکھا اس سے خوشتر رنگ کوئی  
 لہ سے میں نے یہ تصویر کھینچی



نظر اس کی بھرے خالی سبو کو  
 دے مون میں وہ تاں آرزو کو  
 طوفان جو بخشے را گانی وہی  
 حریف کر کر دے آبجو کو



زام کارواں جب وہ سنبھالے  
نہاں کو بھی نمود کا ذوق بخشنے  
کرے افلائیوں کو اس طرح فاش  
کہ ہفت افلاک کو پاؤں میں روندے



مبارکباد کو اس پاک جاں کو  
کرے پیدا جو میر کارواں کو  
اسی فرخندہ ماں کی گود سے میں  
کو خجل کرتا ہوں حوران جناں کو



کے سینے میں دل، دلبڑ تو ہے ہی  
اٹاٹھ لاؤ، غارت گر تو ہے ہی  
صدایہ کان میں آئی دم مرگ  
۔ "گرے گا جب شگوفہ، بر تو ہے ہی"

۱۰

## خلافت و ملوکیت

عرب نے مصطفیٰ سے نور پایا  
جلایا چراغ مژده مشرق کر گئی گم را، جس نے  
خلافت سکھایا مسلمان کو ششی کر  
۔ یہ مصوع غالباً لطف اللہ آزر کا ہے۔



خلافت	اپنے	پر	ملک	گواہی
خلافت	حرام	ہے	اسلام	میں
ملوکیت	فریب	اور	مکر	کا
خلافت	حفظ	جال		
انہی	ناموس			



ملوکیت	سے	نکرانے	کلیمی
مقدر	ہے	قوت اس کی فقر و بے	کلیمی
خطیمی	سے	کبھی ہوتا ہے یوں بھی	توڑے
تکبر	کا	فسوں کا	



غلامی	میں	آدم گرفتار	ہوا
غلام	ہے	خام اس کا نظام اور کار	بیکار
زار	میں	اس نبی کا	فقر ہوں
زار	ہے	دیں جس کا ملوکیت سے بے	



محبت	پایدار	اس کی نظر سے	کی
سلوک	سلوک	عشق و مسی کو وہ	پرکھے
ہے	گو	فارز، مقام عبدہ	پر
جهان	جهان	شوون کا خالق	بھی
نثرے			

॥

## ترک عثمانی

ہے عثمانی امیر ملک بے شک  
وطن کی سر بلندی اس کا ملک  
نہ سمجھو توڑ بیٹھا بند افرانگ  
امیر اس کے فسول میں ہے ابھی تک



ہیں بختاور جنہوں نے حمر توڑا  
کسی پیاس سے اس کے دل نہ باندھا  
نہ ہو نومید، خود سے آشنا رہ  
تھے جب بھی، اب بھی ہیں مردان کیتا



نیا اک جذبہ ترکوں کو ملا ہے  
ہے ہوا ہی تغیر کا سماں  
کمال ہے وہ مسلمان جو یہ دیکھے  
ہے نئی تقدیر سے پروادا انھا

۱۲

## وختران ملت

مری بیٹی، یہ طرز دلبڑی چھوڑ  
مسلمان کافری طریق کا محتاج چھوڑ  
جمال اپنا نہ کر غازے کا نگاہوں کے بجز غار گمری  
چھوڑ



ہے شمشیر نظر نعمت خدا کی  
 اسی کے زخم نے جاں بے ببا کی  
 وہی تو پاک جاں کامل کا دل لے  
 جو اس کو آب دیتی ہے حیا کی



نقاب اٹھا ہے عصرِ نو کی خو سے  
 کشادِ اس کی فقط ہے رنگِ دبو سے  
 جماں تماں کا نور حق سے لے لے درس  
 ہے پردوے میں بھی جھلکے کو بکو سے



جماں میں محکمی عورت کے دم سے  
 ہیں سارے ممکنات اس کے کرم سے  
 اگر سمجھے نہ ہے نکتہ کوئی قوم  
 سے پچے کیا بے ثباتی کے ستم سے



جنوں مجھ کو ملا ہے عقل پرور  
 مادر پاک نگاہ فیض ہے ہے  
 نگاہ دل نہیں کتب سے ملتے  
 سراسر افول و سحر کہ کتب



خوش دہ قوم جس کی دارداں  
 اٹھائیں خر دو عالم کے دل میں  
 جو کل بتی ہے اور کل جو بھی ہو گا  
 بتا دیں اس کی ماں کی جینیں



اگر تو مان لے درویش کی پند  
 مرس سب، موت کا ہو تجھ پہ در بند  
 بتول آسا ہو عصر نو سے پہاں  
 کہ ہو آغوش میں شہر سا فرزند



ہماری شب سے باہر لا سحر کو  
 سکھا قرآن پھر اہل نظر کو  
 تراہی سوز قرات تھا کہ جس نے  
 بدل ڈالا تھا تقدیر عمر کو

۱۳

## عصر حاضر

ہے دیں فریاد میں اس عمد نو سے  
 یہ آزادی میں اس کی لاکھ پھنڈے  
 بہت بے رنگ ان سے روئے انساں  
 جو کچھ نہیں نقش اس کے مو قلم نے



اڑ اس کی نظر کا کافری ہے  
 ہے کمال صنعت اس کا آزری  
 پچا تو کوڈ کو اس کے تاجروں سے  
 ہے جوا ہے، ان کی جو سوداگری



جو انوں کو ہے بد آموز یہ عصر  
 شب ابلیس کو ہے روز یہ عصر  
 لپٹا ہوں میں شعلہ بن کے اس سے  
 کہ ہے بے نور اور بے سوز یہ عصر



ہمیں سے فقر و سلطانی ہوئے ایک  
 ہمیں سے باقی و فانی ہوئے ایک  
 کرشمہ ہے مگر یہ عصر نو کا  
 ایک کہ سلطانی و شیطانی ہوئے



کہوں کیا رقص ایسا تھا کہ ویسا  
 نشاط اندروں اس میں نہیں تھا  
 یہ پا کوبی ہے تقدیم فرنگی  
 تری رگ میں کہاں وہ جوش خون کا

## برہمن

پر فتنہ کی ہے جان تم نے  
گھٹائی محکمی کی شان تم نے  
نے سجايا طاق پر بت  
رکھا ہے طاق پر قرآن تم نے



نہ سمجھو برمیں کو، چیج کارہ  
پارہ گراں کو پارہ کرے سنگ  
فقط یہ زور بازو سے ہے ممکن  
خارہ خدا از سنگ لینا بنا



نگہ رکھے برمیں کار اپنا  
اپنا کسی سے کب کے کے اسرار  
کے مجھ سے کہ چھوڑو یار تسبیح  
اپنا زنار پر دوش پیشی



برہمن نے کہا چھوڑو در غیر  
ہے یاران وطن میں خیر ہی خیر  
سماں کب بیک مسجد دو ملا  
فسوں سے بت کے ہیں کیجا بیک در

## تَعْلِيمٌ

وہ تاب و تب کہ جو ہے جاؤانہ

سکھا بچوں کو اپنے یہ تاب و تاب  
تازیانہ سمند زندگی کو

کتاب و مکتب، افسون و فناہ



وہ علم چارہ گر، جس میں نہیں سوز  
نگاہ پاک باز اس سے گراں ہے

نگاہ پاک بازار سے بھی بہتر

وہ دل جو بے نیاز دو جہاں ہے



خدا کو ایسا مومن کب ہے درکار  
نہیں ہے جس کے تن میں جان بیدار

گریزان مکتب یاراں سے ہوں میں

نہیں اس میں جوان خود نگہدار



میں کہتا ہوں کہ نابینا کوئی بھی

نظر والے غلط میں سے ہے بہتر

میں کہتا ہوں کوئی نکوکیش ناداں

خرد مندان بے دیں سے ہے بہتر



ہے وہ فکرِ فلک بیکار تو  
جو گرد ثابت و سیارہ  
ہوا کے دوش پر جس طرح  
فضا میں آوارہ طرف گھوٹے



ادب دانا و نادا کی ہے پچان  
ادب انسانیت کی آن اور شان  
عزیز ایسا مسلمان زادہ کیا ہو؟  
رکھے دانش، ادب کا اس میں فقدان



تجھے بچوں سے مایوسی ہے بے جا  
نہیں ذہن رسا تو پھر ہوا کیا  
خبر تجھ کو ہے اگر اے شیخ مکتب  
 بتا سینے میں ہے کیا حال دل کا؟



سکھا اپنے پسر کو دین و دانش  
کہ چمکے اس کی قمت کا گیننا  
اگر دے باதھ میں اس کے ہنر بھی  
ید بیضا ہو اس کی آتیں کا



گیا

دم سینہ مرغ چمن سے  
نه تھی لالے کا خون سوز کمن سے  
نه اتراء دانش مکتب پر، اس نے  
نه دی روزی، اڑالی جان تن سے



خدایا

خوش رہے وہ مرد درویش  
کھلے دل مثل غنچہ جس کے دم سے  
دعا کی اس نے بہر طفل مکتب  
برائے نال نہ زیر دام آئے



کوئی

جو لا الہ سے دل لگائے  
وہ بند مکتب و ملا سے چھوٹے  
نہیں وہ دین و دانش مجھکو درکار  
مرا فکر و عمل جو مجھ سے چھینے



جو لوٹے  
عیاں غارت گری ہو اس کی سب پر  
عجب رہنے ہے یہ علم فرنگی  
نکالے قوم کی جاں دوست بن کر



جوان رعناء جو بیگانہ تھا ذر سے  
 نگاہوں شیر جلال سے کتب میں اس نے علم میشی  
 پڑھا اور اب وہ گھاس کی پتی کو ترسے



شتر پچھے یہ بولا "میرے پبا خدا میں نے کسی جانب نہ دیکھا"  
 شتر بولا "جو پھلے دشت میں پاؤں تو ہو عرفان خود کا اور خدا کا"

۱۶

## تلash رزق

اگر ہر بام پر اڑتا پھرے باز تو جائے رانگل اس کی تیک د تاز  
 اگر پنجیر صرف اک مشت پر ہو پرواز تو بہتر ہے مرے دوران



پڑے خود نگاہ پر محمانہ تمازیانہ ہمیں نظر اپنی ہے تلاش رزق نھری فرض ہم پر کہ ہو پر کھولنے کا ہے بہانہ

۱۷

## نہنگ با پچہ خویش

نہنگ اک اپنے بیٹے سے یہ بولا  
کنارا ہے منوع دین میں اپنے  
الجھ موجوں سے کر ساحل سے پہنیز  
دریا کہ مسکن ہے ہمارا سارا



نہیں دریا میں تو، دریا ہے تجھے میں  
الجھنا سے ترا جوہر ہے طوفان سے  
تلاطم سے ہوا بے گانہ جس دم  
سمجنما تو اس دریا کو تو مرقد

۱۸

## خاتمه

نہیں ذکر من و پیانہ تم سے  
بیان عشق بے باکانہ تم سے  
بزرگوں سے نا ہے میں نے جو کچھ  
کہا تم باشوختی رندانہ تم سے



پھر آ خود میں، پکڑ کر دامن دل  
خود اپنے بینے میں کر اپنی منزل  
کر اپنے خون سے کھیتی کو سیراب  
میں دانہ بو گیا، تیرا ہے حاصل



حرم تو قبلہ قلب و نظر ہے  
کہاں طوف اس کا طوف بام و در ہے  
حرم میں اور ہم میں رمز ہے خاص  
کہ جبریل ایس تک بے خبر ہے

# حضور عالم انسانی

آدمیت احترام آدمی

باخبر شو از مقام آدمی

(جاوید نامه)

# حضور عالم انسانی

تمہید

۱

مرے ساتی پلا کمن وہ  
بادہ کہ جس کے سوز سے بوڑھا جواں ہو  
نوا دے وہ کہ فیضِ دم سے اپنے  
جلاؤں مثل مشعل چوب نے کو



نکل تو جھرہ خلوت سے باہر  
کر نیسم صح میں لے سانس آ  
متquam رنگ و بو کی ہا و ہو کو  
بقدار تالہ کر تو بھی فزوں تر

۲

جهان فتنے اٹھا کر جا چکا ہے  
کمینوں کو بڑھا کر جا چکا ہے  
دو صد بغداد چنگیزی سے اپنی  
وہ قبرستان بنایا کر جا چکا ہے



بہت سوں نے غم فردا اٹھایا  
جو کل ہی مر گئے، فردا نہ دیکھا  
مبارک ہیں مگر مردان امروز  
انیں نے زندگی کا لطف پایا

نیں ہونوں پ تیرے تالہ زار  
 بیدار ترے تن میں نیں ہے جان  
 ہے گل چینی روا گو اس چمن میں  
 نیں ہے ہاتھ پ زخم سر خار



تو خود پنج کھانے کا سبق سیکھ  
 سیکھ خود اپنا دل جلانے کا سبق  
 اگر چاہے خدا کو فاش دیکھے  
 سیکھ مقابل اپنے آنے کا سبق



نہ کر ایام کی بختی کا شکوہ  
 پایداری میں جھیلنے بختی سے ہے  
 اگر نکرائے ندی رہ سے تو ہے پانی میں اس کے خوشگواری



کبوتر نے کہا پچ سے کیا خوب  
 آگیں عدوئے زیست خوئے نرم  
 جو جھپٹے باز پ تو کہ کے "یا ہو"  
 اچک سکتا ہے سر سے تاج شاہیں



مقام کبریا سے مر چکا ہے  
کہ غیر اللہ کو سجدہ کیا ہے  
وہی شاہیں کا وارث  
ہے اپنے دام میں آیا ہوا



مبارک ہے وہ دن جب خود کو پالے  
فقیری حد سلطانی کو جالے  
یقین میں ہے جاوہانی حیات  
دالے ہیں رزق قبر سب دوسارے



مری مانند تو بھی خود سے پناہ  
خوشہ وہ روز ہو جب خود ہے عربان  
مجھے کافر کرنے اندیشہ رزق  
ایماں کتابی علم چھینے تیرا



کہا اک اونٹ نے پچ سے کیا خوب  
مبارک ہیں جو جائیں کار اپنا  
کمن صمرا نوردوں سے سبق سیکھ  
اپنا اپنی کمر پر بار بار

فرنگی

الملوں

نے

حسب

توفیق

کا کا بتایا فلسفہ بود و عدم بتاتا ہوں تجھے کہ میرے دل کو خون اچھا لگا پیر عجم



”رہی

صحبت

تری نامحرموں

سے

خریدے نہ پایا کچھ، فقط غم ہی

تاولات ملا سے سے نکوترا

خود آگاہوں سے صحبت چند لمحے“

۵

حکیم

الجحا

حقیقت

میں میں اور گماں

نہ سمجھا ربط ہے تن اور جاں میں

کتابیں

فن

غواصی

پ

کبھی اترا نہ دریائے روائیں میں



مسلسل

ضرب

تیشہ

بے

ستون

پر

کہ فرصت کم، زمانہ تیز پا ہے

حکیم

اس

بحث

میں

الجھے

رہیں

گے شرر تیشہ کہ پھر سے اٹھا ہے



تو کف پر رکھ چراغ آرزو کو  
کہ پالے پھر مقام ہا و ہو کو  
نہیں زبا کہ گم ہو چار سو میں  
خود آگاہی سے توڑ اس چار سو کو



ترپ دریا کے دل میں تیرے دم سے  
محبر ہے جب میں تیرے کرم سے  
نہ کم ہو اضطراب اے موج تیرا  
ہے دریا کی روائی تیرے رم سے



سمیث اپنے ہی اندر دونوں عالم  
نہیں جائز خود اپنے آپ سے رم  
تو نور دوش سے امروز کو دیکھے  
ہے "کل" سے "آج" کا یہ سارا دم خم



گل لالہ کھلا تو سب نے دیکھا  
پردا سے زبا چڑھ اٹھیا  
کھلنے پڑا تیرا نام لالہ  
درون شاخ کیا تھا تو کیا تھا

نہیں ہے باعث گریہ غم و درد  
 غم دوراں کی دل پر کم جسے گرد  
 قیاس اس کا نہ کر گریے سے اپنے  
 وفور سوز و مسٹی گریہ مرد



نہ مرد امتحان کو سمجھو  
 بظاہر مر کے بھی زندہ رہے وہ  
 تجھے شایاں ہے ایسی موت ورنہ  
 کسی بھی موت کو جان اپنی دے دو



ترا تن جان کا محرم نہیں ہے  
 تری شاخوں میں مینہ کا نم نہیں ہے  
 حفاظت دم کی کر، غم سے گزر جا  
 کہ پردم مینہ جائے غم نہیں ہے



پریشان ہے غنوں سے اپنا ہر دم  
 شریک غم رہے ہیں یہ غیر محرم  
 جتن نو کی رکھ سکتے ہیں بنیاد  
 اگر ہم جان جانیں قیمت دم



جوں جس نے لگایا دل خودی سے  
چلے وہ بھر و بر پر آشی سے  
نگاہوں کو روا ہے جلوہ مستی  
مگر دل کو بچانا ہر کسی سے



دل اپنا زار اس غم کے فسروں سے  
کہ جس کی اصل ہے دنیائے دوں سے  
غم شیریں سے ہم واقف نہیں ہیں  
نہ نمو پاتا ہے جو عشق و جنوں سے



نہ کر شکوئے خدا کے اے مسلمان  
کہ دھو سکتے ہیں اس کی گرد دامان  
تہ د بala کر اس دنیا کو جس میں  
ہر اک میدان میں جیتے مرد تاداں



تو اب کہنے سے دل کو پاک کر لے  
ہے بہتر کہ دھواں کمرے سے نکلے  
خارج کشت دل مت دے کسی کو  
خود اپنا مگر نہیں ویران کرتے



گماں سب کو سحر کا اس کی شب پر  
 ستارہ نور افشاں اس کا سب پر  
 نشان مرد مومن اور کیا ہے  
 تبیم موت دیکھے اس کے لب پر



کہا شبنم نے باد سبدم سے  
 کہ یہ احسان کر دے چلتے چلتے  
 فردہ دل ہوں میں صحبت سے گل کی  
 تو نوک خار پر مجھ کو گرا دے



## دل

ہے دل کا بحر ساحل سے گریزاں  
 ترساں ننگ امواج کی ہیبت سے  
 انہا طوفان ایسا دل میں  
 حباب آسا فلک ہے اس میں لرزائ



دل آتش ہے، بدن ہے دود اکا  
 ترب اس کی ہے ہستی کا حوالہ  
 سکون پائے یہ ذکر نیم شب سے  
 پارہ نلی میں بند ہو جس طرح



زمانہ اس کے کب احکام نالے  
وہی درویش ہے جو خود کو پالے  
یہی ہے فقر و سلطانی کہ دل کو  
منجھائے دریا گوہر مثال



خودی کی شان کا حامل نہ ہوتا  
عمل کی دوڑ میں شامل نہ ہوتا  
خود زنجیر ہوتی آدمی کو  
اگر سینے میں اس کے دل نہ ہوتا



تو کہتا ہے کہ دل ہے خاک اور خون  
مگر فتار طسم کاف اور نوں  
ہمارا دل ہے گو سینے کے اندر  
مگر اپنے جہاں سے ہے یہ بیروں



ہیں ماند انجم سحر کاری سے دل کی  
کلٹے ہر اک گرہ زاری سے دل کی  
مرا پیغام دو ہندوستان کو  
غلام آزاد بیداری سے دل کی



ہیں ہم سب کشت یزداں، دل ہے حاصل  
 عروس زیست کا ہے دل ہی محمل  
 غبار رہ ہوا داتائے اسرار  
 خرد سے کب یہ ہوتا، کر گیا دل



کبھی دل حسن پر ستار کا نادر  
 کبھی دیتا ہے خطبہ بر سر دار  
 کبھی لشکر لئے میدان میں اترے  
 سروکار نہیں پر اپنی دولت سے



نہیں شیدا جہان رنگ دبو کا  
 نہ دلدارہ ہے بام و کاخ و کو کا  
 زمین و آسمان، یا چار سو کا  
 کا یہ دیوانہ ہے بس "اللہ ہو"



نگہ دیکھے، خرد پکانہ لائے  
 جہان چار سو کو گہرے ناپے  
 مگر وہ رند جس کا نام ہے دل  
 خود اپنے آپ میں سب کچھ سموئے



محبت کیا ہے، تاثیر نظر ہے  
 محبت تحفہ تیر نظر ہے  
 نیں ترکش شکار دل میں درکار  
 کہ یہ نظر چیز چیز نظر ہے

۹

## خودی

خودی میں منعکس نور خدائی  
 نارسانی وصال اس کے لئے ہے  
 جدائی وصل کی ہی ایک صورت  
 جدائی وصال درد جلوہ آک



گزر جائے جو عنگلکو سے  
 سے آرزو روشن خاک اس کی آرزو ہو  
 خودی کو آرزو شیر کر دے  
 دم اس کا لے اٹے ہے رنگ و بو سے



وجود حق ہی ضامن ہے خودی کا  
 نمود حق خودی کا اصل مشا  
 نیں معلوم یہ تابندہ گوہر  
 دریا کھلی اگر ہوتا نہ



ہوا دل صحبت گل سے ہی بدئام  
 ہوئے مرغوب خاطر خواب و آرام  
 کرے پیدا جو "من" بیدار ہو جائے  
 ہو من مکوم تن تو موت انجام



وصال اپنا ہے قربت میں جدائی  
 گرہ اس کی کھلے گی تو نظر سے  
 گم آنوش دریا میں ہوا ہر گم  
 الگ ہے آب بحر، آب ہر سے



ہے مشت خاک میری اس کے در سے  
 گل و ریحال ہیں اس کے ابرتر سے  
 نہیں میں آشنا "خود" سے نہ "اس" سے  
 ہر ہستی مری اس کی نظر سے

## جبر و اختیار

یقین ہے یہ کہ اک دن پیش یزداں  
میزاں عمل مخلوق کے تولے تو گی  
مجھے ڈر ہے مگر روز قیامت  
نہ خوش ہوگا خدا ہی اور نہ انساں



یہ بولا روم میں اک راہب پیر  
بتاتا ہوں تمہیں قوموں کی تقدیر  
کرے ہر قوم پیدا موت اپنی  
تمہیں تقدیر مارے ہم کو تدبیر

॥

## موت

کہا یہ موت نے یزداں سے اک روز  
کے ہیں گل زادگاں کتنے زیاد کار  
مجھے شرم آئے اس کی جان لیتے  
نہیں لیکن اسے مرنے میں کچھ عار



ہے میر شش جہات، اس کو بقا دے  
جمال کی بگ ہے ہاتھوں میں اس کے  
نہیں مرنے کی ذلت سے اسے شرم  
وہ ہستی کے قدس کو نہ جانے

## بگو ابلیس را

مرا ابلیس کو دے کوئی پیغام  
دام رہیں کب تک اسیر دانہ و  
مجھے یہ خاک داں کیا راس آئے  
شام ہے جس کی صبح بس دیباچہ



عدم سے جب کیا دنیا کو پیدا  
کا ضمیر سرد بے ہنگامہ اس  
کہیں جو سوز تھا تو میری جاں میں  
مری آتش سے ہی تجھ کو بنایا



اسی نے شوق کو تازہ نظر دی  
تڑپ دل میں جدائی نے ہی بھر دی  
نہیں معلوم کیا ہے حال تیرا  
جدائی نے مجھے میری خبر دی



نکلا آستان سے تجھ کو باہر  
رجیم و کافر و طاغوت کہ کر  
خیل سے اس کی پیچ و تبا میں ہوں  
جو رکھا خار میرے دل کے اندر



تو واقف ہے میری نیکی بدی سے  
زمین شور میں دانہ نہ پھوٹے  
کیا نہ سجدہ ہمدردی سے میری  
انہیں کاندھوں پر گنہ میرے لئے  
اپنے



بہم مل کر نیا اک نقش ڈھالیں  
ڈالیں جہان چار سو کو توڑ  
پھر افسون ہنر سے مل کے ہم تم  
فلک کے اس طرف جنت بنا لیں

۱۳

### ابلیس خاکی و ابلیس ناری

فاد عصر حاضر ہے نمایاں  
فلک زشتی سے اس کی سخت تلاں  
اگر ذوق نظر پیدا کرے تو  
تری خدمت کو حاضر لاکھ شیطان



ہر اک جانب ہیں چشم و دل کے رہن  
گراں یہ لوئیں جان و تن کو خوب بن ٹھن  
یہ سوداگر بہت عیار و پر فن  
گراں قیمت گنہ پیچیں ہیں ارزائیں



عجب شیطان ہے یہ، درمانہ، رنجور

کرے افسوں سے چشم و دل کو بے نور

سمجھتا ہوں اے میں مردہ شیطان

جو لائے دام میں ہر صید معدور



عجب زہرب پیانے میں اس کے

زیاد ہو جاں کا میخانے میں اس کے

نظر آتا ہے تجھ کو حلقة دام

نمایاں اک دام ہے دانے میں اس کے



بشر رتبے سے اپنے گر چکا ہے

بقدر بھکمی اس کا بھلا

گنہ بے لذت و بے سوز ہو گا

ترا شیطان جو مٹی سے بنا ہے



نہ ہو اس دور کے شیطان کا مخفی

جو ہیں کم اصل، ان کا دربا ہے

کو وہی شیطان اچھا شریفوں

وہ عالی ظرف اور حق آشنا ہے



جوں مددوں پر ہی کرتا ہے وہ دار  
 کہ وہ آتش نب ہے سخت خود دار  
 نہیں ہر شخص اس کے تیر کا اہل  
 حرام اس پر ہے صید لاغر و زار



۰ فنم دوں نہاداں سے ہے گو دور  
 مگر یہ بات کہنے پر ہوں مجبور  
 نئے شیطان کو خاطر میں نہ لائے  
 وہ عاصی ہے طبیعت جس کی غیور



## بے یار ان طریق

سنواریں کار ملت آؤ مل کے

چلیں ہر چال ہم مردانگی سے

کریں کچھ اس طرح مسجد میں گریا

کہ ملا کا بھی دل سینے میں پکھلے

## بے یاران طریق

۱

قلندر آشیانہ کا فلک ہے پروں کی گرد ہے اس کی زمانہ نیلوں کا وہ شکاری ستارے آسمان کے اس کا دانہ



ہے نغمہ جان میں اللہ ہو کا غبار اڑا ہے دل سے چار سو کا گرے ہیں اشک صورت ساز کے تار کا تھا سوز ایسا سرود آرزو



دل فطرت میں اشک آسا پا ہوں پھر اس کی آنکھ میں آنسو بنا ہوں ملتا ہوں میں فطرت کی مردہ پر کہ برگ کاہ پر کم ہی گرا ہوں



مچھے منطق سے آئے بوئے خامی  
 دلیل اس کی دلیل نا تمائی  
 درستہ اگر کھولے کسی نے  
 تو وہ تھے شعر رومی، بیت جامی



سبو میں ہے مرے مے دیر سالہ  
 پیالہ کہ اس سے جی اٹھے خاک  
 اُگر سیراب ہو وہ میری مے سے  
 لالہ شاخ کو کو آدم قد پنپے



مرے باھوں میں ہے پھر وہ کمن چنگ  
 نہاں ہیں اس میں نالہ ہائے صدرنگ  
 مگر زخمہ ہے اس کا ناخن شیر  
 بجائے تار اس میں ہیں رگ سنگ



سنیں یہ بات عصرِ نو کے پرویز  
 نہیں فرداد میں، تھاموں جو  
 ہے سینے میں مرے جو خار، اس سے  
 دل صد یستہ جائے خستہ



نہیں درویش کو اسab درکار کے آنکھوں میں برگ کا، کمار سارے اس شاہیں سے زاغ دخمه بتر جو ہے سلطان کے ہاتھوں میں ہتھیار



بھی پر دل کا دروازہ کھلا ہے عزیز و یار پر جاں بھی فدا ہے نشمن ہے مرے سینے میں میرا ہے من موجی فراغت سے جیا ہے



نہیں مطلوب مجھ کو شوکت اور شان سلطان میری آرزو ملبوس کے گلپچیں مجھے گلشن کا دشمن گل و نرگس کو دئی ہے ان کی پہچان



دو صد داناؤں نے محفل میں کی بات کلمات بہت نازک، بہت پیچیدہ مگر وہ دیدہ ور تھا کون، جس نے بتائے خار سے گلشن کے حالات



نہ جانوں نکتہ ہائے علم و فن کو  
کو دیا کچھ اور ہی رتبہ سخن کو  
سرور و سوز تھا میرا ہی جس نے  
سبک پے کر دیا پیر کمن کو



نہ	سمجھو	ممحکو	لغہ	مرغ	پیرا	آٹا
اماشہ	فغان	و	آہ	میرا	کل	دالو
	چھوڑو	نمہ	دامن	مرا		چمن
میرا	راز	حرف	باغ	کلید		



جهال آنکھوں میں میری رگذر ہے  
ہیں سب رہو، کوئی کب ہم سفر ہے  
ہجوم خویش سے دل تنگ ہوں میں  
جو اپنا ہے وہی بیگانہ تر ہے



برے	حالات	جنما	سیکھ	بھی	میں	ذینما
وقار	زیست	کھونا	کو	کو	کو	کبھی
مرے	نغموں	کے	طفانوں	میں	پل کر	
قریبہ	گمرا	بنے	کا	پالے	تو	



پلا ہوں خاکداں میں یہ تو مانوں  
 ہوں مگر منزل سے میں نامطمئن  
 میں پھونٹا گرچہ اس کے فیض نم سے  
 جانوں زمیں کو آسمان اپنا نہ



کمال سمجھے نہیں جو محرم مرد  
 کہ دل کو زندہ کرتا ہے دم مرد  
 کرے آہ و فغاں سے خود کو پختہ  
 بہت خود دار ہوتا ہے غم مرد



نظر وہ ہے جو تن میں جاں کو دیکھے  
 کھلتے درون شاخ دیکھے پھول  
 کمال کے تیر کی مانند ورنہ  
 سے ہدف دیکھے نگاہ تیر زن



خرد بیگانہ ذوق یقین  
 ہے تمار علم و حکمت  
 ۶۶ صد بوحامل و رازی سے بہتر  
 وہ ناداں، آنکھ جس کی راہ میں ہے



نہیں لاج انہیں لعل و حمر کا

غلام خوش گل و زریں کمر کا  
دل ان کا بے نیاز دو جہاں ہے  
کی سرمایہ ہے اہل ہنر کا



ہے نشہ میری مے کا ہوش متی  
جھی بے میکدہ شورش سے خالی  
نہیں گو صاف، پھر بھی اس کو پی لے  
یہ تمجحت ہے ترے پر کھوں کے خم کی



تو چاہے خرقہ اور دستار سر پر  
گماں محبوب کا ہے مجھ کو خود پر  
یہ اک چوب نے سرمایہ میرا  
نہ چوب دار اور نہ چوب منبر



جو	دیکھا	آئینہ	جوہر	انہیں	اپنا	اپنا	بنایا	مجھے



کہا سب نے کہ تھا وہ یار اپنا  
 چلا جب ہو کے رخصت میں جہاں سے  
 مگر جانے نہ کوئی کہ یہ دردیش  
 کے کیا کہہ کر گیا آیا کماں سے

۲

ہے مفلس باضمیر و صاف دل گر  
 تو وہ لاکھوں ریسموں سے ہے بہتر  
 قبائے منعم بے دین و دانش  
 پر سنہری زین ہو جیسے گدھے

۳

کرے تو سجدہ ہر دارا و جم کو  
 نہ کر اے بے جبر رسوا حرم کو  
 فرنگی سے نہ رکھ امید کوئی  
 نکال اپنے حرم سے اس صنم کو



نا ہے ان بزرگوں کی زبانی  
 نشانی ضمیر پاک ہے جن کی  
 وہ مفلس جو ہے ناداری میں خوددار  
 دو عالم پر ہے اس کی حکمرانی



کہوں دو لفظ میں ہستی کے اسرار  
 نہیں منبر مقام عشق، ہے دار  
 نہیں نمود خالف سے براہیم  
 پرکھ کرتی ہے عود خام کی نار



نہ اے لالہ طلب کر نغمگاری  
 مری مانند کر لے دل سے یاری  
 کھلا رکھ اپنا سینہ ہر ہوا پر  
 مگر کر داغ دل کی پاسداری



بزرگوں کے ہیں مجھ کو یاد نکتے  
 کہ جینا ہے تو اپنی جان سے جی  
 خذر اس مرد دوں فطرت سے جس نے  
 گرو رکھ دی ہے جاں، تن اس کی ہستی



ترپتی موج یوں ساحل سے بولی  
 پرکھ فرعون سے ہوتی ہے میری  
 کبھی خود بے ہی چیچاں صورت مار  
 کبھی رقصان کہ فرعون آئے کوئی



اگر افرنگ سے ہے شان تیری  
 تو پیشانی سے چوم افرنگ کا در  
 سرس پر بھی گئے گی چوب کی ضرب  
 کہ پالاں مگر کا بھی حق ہے گدھے پر



فرنگی کی نہیں دل پر حکومت  
 نہیں دیں، ملک ہے اس کی ضرورت  
 حرم اس کا تھی روح الامیں سے  
 عبادت ہیں سو شیطان مصروف

۳

دل و دیں ہیں نامید یاراں  
 مثال بوئے گل، گل سے گریزان  
 مرا دل، موت اس کی مرگ دیں ہے  
 کیا ہے مرگ دو گونہ کا سامان



جو مسلم جانتا ہے رمز دیں کو  
 نہ رکزے پیش غیر اللہ جیں کو  
 اگر گھوئے نہ گردوں حسب مشا  
 چلائے حسب مشا وہ زمیں کو



نہیں بیگانہ خود دل، خاکدار سے  
 نہ روز و شب ہیں دور آسمان سے  
 تو اوقات عبادت آپ طے کر  
 سے نماز عشق بیگانہ ازاں



مقام شوق ہے صدق و یقین سے  
 سے الامیں یقین ہے صحبت روح  
 اگر حاصل تجھے صدق و یقین ہے  
 سے قدم بے باک رکھ، ست ذر کمیں سے



ہے مسلم کا یہی عرفان و اوراک  
 کہ دیکھئے فاش خود میں رمز لولائے  
 نہیں اللہ کا اوراک ممکن  
 سمجھے اس کو کہے جو "ما عرفناک"

- تحقیق بحدیث "لولائی لمالخلاقۃ الافلاک"
- "ما عرفنا حق معرفتک"



فرنگی کو خدا اپنا بنا یا  
جیکایا اسی کے بندے میں سر  
خود بے زار دل سے' سینہ بے نور  
سبو اسلاف کے خم سے نہ پایا



گدراز د خودگری منزل کڑی ہے  
نیاز د تاز کی اک ہی لڑی ہے  
لما قبائے الہ خونیں قبا ہے  
جو نامروں کے قامت سے بڑی ہے



ہمارا سوز اس کے سوز دم سے  
کھلے مر اک مرہ اس کے کرم سے  
اس کا جلال کبریائی قائم  
جمل بندگی بجدے کے خم سے



بڑی شے نماز عاشقانہ  
رکوع و سجدہ یکساں  
جو ہے "الله اکبر" کی تب و تاب  
سنجالے کیا نماز نماز



”عالم مست ہے قرأت سے اس کی  
مسلم ہے امر رکعت سے اس کی  
سمجھ پائے کمال یہ عصر بے سوز  
قیامت ہے جو ”قد قامت“ سے اس کی

5

فرنگ آئیں رزاقی کو جانے  
وہ اس سے چھین لے اور اس کو بخشنے  
وہ دے شیطان کو روزی کچھ ایسے  
کہ یزاداں بھی ہو حیراں اس ہنر سے



بڑھاؤں کس لئے میں داستان کو  
کہوں اک لفظ میں سر نہ کو  
دیا اپنا سوداگروں جہاں کو  
کو نہ جانے لامکاں قدر مکاں کو



بہشت اک ببر پاکان حرم ہے  
بہشت اک ببر ارباب ہم ہے  
کو ہندی مسلم سے کہ خوش باش  
بہشت اک فی سبیل اللہ ہے

فندر کو نمیں شوق تقرہ  
 اکیر کھوں بس ایک نکتہ، جو ہے  
 ہے بے حاصل وہ ساری کشت دیراں  
 شبیر نمیں نم دتا جس کو خون



اقبال اکادمی پاکستان • لاہور